ا

[illegible]

(مصنفہ)

حضرت سید العلماء مولانا السید علی نقی النقوی

دام ظلہ

MAAB 1431
maablib.org

امامیہ مشن کی ستر ہویں دینی خدمت

واقعات کربلا کا آخری باب "اسیری اہل حرم" ہے بسا اوقات یہ اعتراض گوش زد ہوا ہے کہ حضرت سید الشہداء کا اہل حرم کو اپنے ساتھ لیجانا اس سفر میں مصلحت کے خلاف تھا۔

موجودہ رسالہ میں اسی اعتراض کے تار و پود کو بکھیر اگیا ہے اور مذہبی و فلسفی دونوں حیثیتوں سے اس کا جواب دیا گیا ہے امید ہے کہ افراد قوم اس رسالہ کو خرید کر غیر اقوام میں تقسیم فرمائیں۔ والسلام

خادم قوم

سید مصطفےٰ حسن رضوی

آنریری سکریٹری امامیہ مشن نخاس لکھنو

محرم ۱۳۵۹ھ

maablib.org

فہرست رسائل امامیہ مشن رجسٹرڈ لکھنؤ

نمبر شمار	نام رسالہ	قیمت	محصول ڈاک	نمبر شمار	نام رسالہ	قیمت	محصول ڈاک
۱	قاتلان حسین کا مذہب	۴/	۱/	۲۱	اسوۂ حسینی	۷/	۱/
۲	تحریف قرآن کی حقیقت تیسرا ایڈیشن		زیر طبع	۲۲	جنگ صفین	۳/	۱/
۳	مولود کعبہ	ختم	—	۲۳	تذکرہ حفاظ شیعہ حصہ اول	۶/	۱/
۴	وجود حجت	۴/	۱/	۲۴	" " دوم	۵/	۱/
۵	اصول دین اور قرآن	۳/	۱/	۲۵	مقصود کعبہ	۱/	۱/
۶	اتحاد الفریقین حصہ اول	۳/	۱/	۲۶	مذہب باب وبہا حصہ دوم	۹/	۱/
۷	حسین اور اسلام اردو	۱/	۱/	۲۷	مذہب اور سائنس	۱/	۱/
۸	" " ہندی	۱/	۱/	۲۸	معرکہ کربلا	ختم	—
۹	" " انگریزی	ختم	—	۲۹	کربلا کا مہایدھ	"	—
۱۰	متعہ اور اسلام	۹/	۲/	۳۰	دی ٹریجڈی آف کربلا انگریزی	"	—
۱۱	امامت ائمہ اثنا عشر اور قرآن	ختم	۱/	۳۱	اسلام کی حکیمانہ زندگی	۹/	۱/
۱۲	تجارت اور اسلام	ختم	—	۳۲	دور استبداد	۴/	۱/
۱۳	اتحاد الفریقین حصہ دوم		—	۳۳	حقیقت بداء	۲/	۱/
۱۴	علی اور کعبہ		—	۳۴	خطیب آل محمد	۴/	۱/
۱۵	رجال بخاری حصہ اول	۶/	۱/	۳۵	تدوین حدیث	۱/	۱/
۱۶	مذہب باب وبہا حصہ اول	۵/	۱/	۳۶	مطلوب کعبہ	۱/	۱/
۱۷	نوروز اور غدیر	۱/	۱/	۳۷	محاربہ کربلا	۲/	۱/
۱۸	مجاہدۂ کربلا	۲/	۱/	۳۸	اسلام کا پیغام اردو	۰/	۱/
۱۹	کربلا کا اتم بلیدان ہندی	ختم	—	۳۹	دی مسیج آف اسلام انگریزی	۰/	۱/
۲۰	دی مارٹیرڈم آف حسین انگریزی	۲/	۱/	۴۰	اثبات عزاداری	۴/	۱/

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ علیٰ سید الانبیاء والمرسلین وآلہ الطاہرین۔

تمہید دور فلک میں سیکڑوں ہی واقعات ایسے پیش آتے رہتے ہیں جن کے اسباب وعلل سمجھنے سے انسانی فکریں عاجز رہتی ہیں، جن کے رازہائے سربستہ ناخن ادراک کے لیے عقدہ لاینحل اور جن کے پوشیدہ اسرار وحقائق ہمیشہ سطحی نظروں سے تاریکی وغموض کے ظلمات بعضہا فوق بعض، تہ بہ تہ اور طبق اندر طبق پردوں ہی میں رہتے ہیں۔

انسانی مردم شماری کی طرح اگر دنیا نہیں بلکہ ایک ملک، نہیں ایک صوبہ، ایک شہر کے دن رات کے چوبیس گھنٹے اور گھنٹوں کے اندر ہر دقیقہ اور ہر ثانیہ میں ہونے والے حوادث کا جائزہ لیا جائے تو یقیناً ان میں ایسی تعداد زیادہ ہوگی جن کے علل ومصالح کے سمجھنے سے عقل انسانی قاصر رہی ہے۔

اور در صورتیکہ یہ تمام حوادث ایک مرتب نظام کے ماتحت قادر، حکیم باشعور وارادہ ہستی کی طرف استناد رکھتے ہیں یہ کہنے کی گنجائش

باقی نہیں رہتی کہ در حقیقت یہ تمام حوادث جن کے اسباب و علل سمجھنے سے ہماری عقل قاصر رہی ہے بجائے خود مصالح وحِکم سے خالی ہیں اور ایک پیر کہن سال کے مرتعش ہاتھ کی حرکت اور برسامی مریض کی ہذیانی گفتگو یا ایک بے شعور اور لایعقل شخص گی ناسمجھی بوجھی حرکات کے مثل ان میں فوائد و اغراض کا پتہ نہیں، بے شک وہ اشخاص جو ان تمام حوادث کو بے حس و ارادہ بے بصر و بصیرت طبیعت کا ثمرہ اور ذرات مادہ کے خلط و اختلاط، فعل و انفعال کا نتیجہ سمجھ کر قادر و حکیم علی الاطلاق ہستی کے اعتقاد سے بر گمان خود مستغنی ہو گئے ہیں، اُن کے لئے میدان صاف ہے، اُن کا ان افعال کو بے شعور و ارادہ طبیعت کی طرف منسوب کرنا خود ہی اس قسم کے بکھیڑوں سے نجات کا ضامن ہے اصول و عقائد اور رموز و حقائق کی پہلی بحث واحد و واجب الوجود قادر و مدبر ہستی کے ثبوت کو طے کرنے کے بعد ہی انسان کا قدم ایک نامحدود وسعت سے نکل کر محدود دائرہ میں مقید ہونے پر مجبور ہو جاتا ہے اس کی سرعت رفتار جو اب تک ہر قسم کے قیود سے معرا ہونے کے باعث دنیا کے تیز رو ترین اشیاء سے زیادہ تیزی دکھلانے کا حوصلہ رکھتی تھی اب اپنے تئیں غیر معمولی قیود کا پابند پا کر اعتدال پر مجبور رہتی ہے اور راستے کے داہنے بائیں گڑھوں، نالوں، کھوہوں سے بچتے ہوئے سیدھے

راستے پر چلنے کے ساتھ ساتھ اس کو بعض ایسے نقطوں پر پہونچ کر رک بھی جانا پڑتا ہے کہ جن کے آگے اس کو چلنے کا رستہ دکھلائی نہیں دیتا۔

انسان کا قدم ایسے تاریک مواقع پر پہونچ کر ٹھٹھکتا ہی کہ جہاں اس کی عقل کا چراغ جھلملانے لگتا ہی، جس کے آگے اس کو تاریکی کا ایک عظیم دریا موجیں مارتا ہوا ملتا ہی جس کو طے کرنے سے اس کے تمام موجودہ افکار و قوی قاصر نظر آتے ہیں، اس کو ان موقعوں سے دوچار ہونے کے بعد جہل و قصور کا اعتراف کیے بغیر چارہ کار نظر نہیں آتا اور اس کو یہی کہنا پڑتا ہی کہ سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم

اگر حوادث کائنات میں سے ہر حادثہ کے اسباب و علل سے بحث کو انسان اپنا وطیرہ بنالے تو اس کو ایسے مواقع بہت پیش آئیں گے جہاں اس کو اپنے قصور کا اعتراف کرتے ہوئے حکیم و قادر ہستی کے مخصوص اسرار و حکم پر محول ہونے کی ضرورت پیش آئے گی لیکن چونکہ ان میں سے ہر دفعہ اپنی عظمت و اہمیت کے اعتبار سے اس قابل نہیں ہوا کرتا کہ وہ انسانی افکار کو اپنی طرف متوجہ کرلے، ایک ہوا کا جھونکا، درخت سے ٹوٹ کر گرتا ہوا برگ اور فضا میں اڑتے ہوئے ابر کی نقل و حرکت اس قابل کہاں کہ فکریں اس کی طرف متوجہ ہو جائیں اور دنیا اس کے اسباب و مصالح کی فکر میں غلطان و پیچان ہو

یہ تو ان حوادث و کائنات کا تذکرہ ہے جو عالم کون و فساد میں

رونما ہوتے رہتے ہیں اور جن کا براہِ راست تعلق خالقِ کائنات کے
ارادہ و مشیت سے ہے، وہ افعال جو فاعلِ مختار یعنی انسانی افراد سے
سرزد ہوتے ہیں ان میں ایسے افعال کا پایا جانا خلاف توقع نہیں جو مصالح و
فوائد سے خالی بلکہ اس کے برعکس مضار و مفاسد کا موجب ہوں، اسی
لحاظ سے عام افراد انسان کا کوئی طرزِ عمل انتقاد و اعتراض سے بالاتر
نہیں ہے بلکہ بیشتر اشخاص کی سیرت اور ان کے افعال و اعمال اس کے
مستحق بھی نہیں کہ ان کی صحت و عدم صحت کی فکر میں بحث و تمحیص کی زحمت
کو برداشت کیا جائے۔

لیکن واقعہ کا تعلق اگر ایک ایسی ہستی کے ساتھ ہو جس کی عظمت عام طور
پر مسلّم ہے تو اس میں اہمیت پیدا ہو جانا ناگزیر ہے اور اس وقت اُس کے
اسباب و علل اور منافع و فوائد سے بحث عقلاء کے افکار کا متفقہ نقطۂ نظر
بن جاتی ہے ایسے وقائع کی اہمیت اس وقت زیادہ ہو جاتی ہے کہ جب
وہ کسی مذہبی اعتقاد کا سنگ بنیاد ہوں اور اُس وقت بھی کہ جب وہ
واقعہ اپنی ندرت اور بے مثالی کے باعث دنیا کے واقعات میں خاص درجہ
رکھتا ہو اور اُس وقت بھی کہ جب اُس پر با اہمیت نتائج و آثار کا مرتب
سلسلہ قائم ہو اور وہ ایک اہم تاریخی دور کا پیش خیمہ ہو ایسے واقعات
اگرچہ محیطِ فلک کی گردش کے ساتھ ساتھ خود فنا ہو جاتے ہیں لیکن اپنے

اسباب و علل کی بحث کو عقلائے زمانہ کے افکار کا ایک نامعلوم مدت کے لئے مشغلہ بنا جاتے ہیں

واقعات کربلا اپنی اہمیت کے اعتبار سے عالم کے واقعات میں اپنی آپ مثال ہیں، ان میں سے ہر واقعہ اُن تمام وجوہ کو لیے ہوئے ہے جو کسی واقعہ کو اہم بنانے کے ذمہ دار ہیں، اُن کا تعلق براہ راست ایک ایسی ہستی سے ہے جس کی عظمت شرق و غرب کے کروڑہا انسانوں کے دلوں کو مسخر بنائے ہوئے ہے اور اس حیثیت سے بھی کہ عالم کی ایک مقتدر اور کثیر التعداد جماعت (شیعہ) اس مقدس ہستی کو امام مفترض الطاعة سمجھتی ہے نیز اس حیثیت سے کہ ندرت اور بے مثالی میں اس کی نظیر ازل و ابد کی حدوں کے درمیاں دیکھنے میں نہیں آئی اور اس حیثیت سے بھی کہ وہ عظیم انقلابات و تغیرات کا پیش خیمہ قرار پایا، ان وجوہ کی بنا پر کوئی تعجب نہیں کہ یہ واقعات صدہا سال گذرنے کے بعد بھی برابر افکار عقول کے لیے مرکز توجہ بنے رہے اور ہمیشہ ہی ان کے اسباب و علل میں بحث کا سلسلہ قائم رہا۔

چنانچہ ہمارے سامنے اعتراض یہ پیش ہے کہ جب سید الشہدار کو معلوم تھا کہ وہ اس سفر میں شہید کیے جائیں گے اور آپ کے بعد اہل حرم کی اسیری یقینی ہے تو پھر ان اہلبیتؑ کو اپنے ساتھ لے کر نکلنے کے کیا معنی؟

کیا یہ خود اپنے ناموس و عزت کو دشمنوں کے ہاتھوں ہتک حرمت کے لیے دے دینا نہیں ہے اور کیا سیاست و عاقبت اندیشی اس بات کی مقتضی نہ تھی کہ آپ ابن عباس او دوسرے لوگوں کے مشورہ پر عمل کرتے جو اہل حرم کو مدینہ منورہ میں چھوڑ جانے کے حامی تھے؟

بحث کا پہلا رُخ

مذہبی نقطہ نظر

اس موقع پر مجھے بہت سے علمائے مذہب کیطرح یہ کہدینا بہت آسان ہے کہ اس قسم کے سوالات کا جن میں ائمہ دین یا انبیاء مرسلین کے طرز عمل پر نکتہ چینی کا عنوان ہو ہمارے مذہبی اصول کی بنا پر موقع ہی باقی نہیں رہتا ہم کو ادلہ قطعیہ اور براہین یقینیہ نے ایک ایسے مرکز پر پہنچا دیا ہے جہاں سے امامت و نبوت و توحید کی کڑیاں اس طرح منسلک ہو جاتی ہیں جن کے اندر جدائی ناممکن ہے، امام پر الزام اس کی ذات سے تجاوز کر کے رسول تک منتہی ہوتا ہے اور آخر میں ذات احدیت تک سرایت کرتا ہے، عصمت کے مرحلہ کو مخصوص ادلہ و براہین کے تحت میں طے کر لینے کے بعد اس کی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی کہ ان ذوات مقدسہ

کے افعال کو محل نقد و اعتراض قرار دیا جائے۔ اُن بزرگانِ دین کی مثال بالکل ایک ایسے شخص کی ہے جس کو سلطان نے پورے طور پر جانچ کر ایک بڑے منصب کے لیئے اہل سمجھ لیا ہو اور اسی اہلیت کی بنا پر اُس کو سفیر بنا کر ایک خاص شہر میں بھیجا ہو کہ وہاں مطلوبہ اغراض و مقاصد کی تکمیل کرے سلطان کی جانب سے اُس کو ایک مخصوص دستور العمل بھی دے دیا گیا ہو جس میں ترمیم و تجاویز کرنے کا اُس کو حق نہیں ہے اسی صورت سے انبیاء و ائمہ اپنے اپنے دور رسالت و امامت میں ایک خاص دستور العمل کے پابند ہیں جس میں ابتدائے دور سے لے کر انتہا تک ہر وقت کی مناسبت سے مخصوص حکم و مصالح کے ماتحت ایک حکم قرار دیا گیا ہے جس کی پابندی اُن پر فرض ہے۔ اور بعض مواقع پر جہاں مقصد کی تکمیل کے لیئے قربانی کی ضرورت ہو وہاں جس قسم کی قربانی ضروری ہو وہ بھی اُن کے فرائض میں داخل ہے۔ ان حکم و اسرار سے جو اس قسم کے احکام کا منشا ہیں رعیت کو بحث کا کوئی حق نہیں ہے۔ مگر یہ طریقۂ گفتگو اصولی حیثیت سے کتنا ہی مستحکم کیوں نہ ہو موجودہ زمانہ کی آب و ہوا کے ساتھ ساز گار نہیں ہے۔

آج کے زمانہ کا معترض اس طرح کا جواب سُن کر اپنے اعتراض کی حقانیت کا زیادہ معتقد ہو جاتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ اس کا کوئی جواب ممکن ہی

نہیں ہے اس لیے میں چاہتا ہوں کہ حسین بن علی کی شخصیت پر معترض کے نقطۂ خیال اور زاویۂ اعتقاد کے مطابق نظر ڈالوں۔

بحث کا دوسرا رُخ

فلسفی حیثیت

میں حسینؑ کو صرف اس حیثیت سے دیکھتا ہوں کہ وہ ایک بلند مرتبہ عالی نسب باہمت انسان اور ایک محترم قبیلہ (بنی ہاشم) کے بزرگ خاندان اور سربلندی میں حجازیے تھیں جب نسب اور اُن اوصاف وکمالات کے باعث جو اُنہیں حاصل ہیں یزید سے زیادہ خلافت وسلطنت کا مستحق سمجھتے ہیں اور اُن کا مقصد یہ ہے کہ جس صورت سے بھی ہو یزید سے کہ جو بلا استحقاق غاصبانہ طور پر مسند حکومت کا مالک بنا بیٹھا ہے اپنے حق کو حاصل کر لیں یا کم سے کم خود یزید کو خلیفہ وقت تسلیم کر کے اُس کی بیعت میں داخل نہ ہوں حکیم یزید کے رسوا کے عالم افعال کو آفتاب سے زیادہ روشن ہیں اور یہ امر پایۂ ثبوت تک پہونچ چکا کہ اگر یزید اسی صورت سے خلافت اسلامیہ پر قابض رہا تو تھوڑے ہی دن میں شعائر اسلامیہ نیست ونابود اور شریعت نبویہ کے فرائض دین نسیاً منسیاً ہو جائیں گے۔ اسلامی افراد کی آنکھوں پر غفلت کے پردے پڑ چکے تھے الناس علی دین ملوکھم کے فطری

قانون کے مطابق ہر شخص کو اسلامی قانون کی خلاف ورزی میں خاص لذت محسوس ہونے لگی تھی، وہ اشخاص جن کے دل میں احساس مذہبی باقی تھا سلطنت کے خوف اور اپنی کمزوری کے باعث سکوت پر مجبور رہتے، ان حالات کے اندر حسینؑ یزیدی سلطنت کا تختہ الٹنے کے لیے کھڑے ہوتے ہیں اُن کا آخری نقطۂ نظر یہ بھی نہیں کہ خود تخت حکومت پر بیٹھ کر دنیا کے مال و منال اور لذتِ حیات دنیا سے متمتع ہوں بلکہ اُن کا مقصود اصلی یہ ہے کہ امت اسلامیہ کو اس ظالم کے فولادی پنجہ سے رہا کریں جس نے اُس کو دینی و دنیوی ہر قسم کی ہلاکت میں ڈال رکھا ہے اس کے لیے ضرورت اس امر کی ہے کہ وہ رائے عامہ کو یزید کے خلاف برافروختہ کردیں، جمہور مسلمین، تمام رعایا کے سامنے یزید کی اخلاقی پستی اور اسلام دشمنی کو مجسم صورت میں پیش کریں اور دنیا کو دکھلادیں کہ یہ شخص کسی صورت سے سلطنت مسلمین کا حقدار نہیں ہے۔ امام حسینؑ کو اس مقصد کے حصول میں اس سے زیادہ مؤثر اور نتیجہ خیز کوئی تدبیر نظر نہ آئی کہ وہ اپنے نفس کو خطرات کے مقابلہ میں پیش کردیں، اپنے تئیں ہر قسم کے مصائب کا نشانہ بنا کر عالم کے سامنے ظالم اور مظلوم کا انتہائی حیرت انگیز مرقع دکھلادیں جس میں ایک طرف حق و صداقت، رحم و کرم، اخلاص عمل اور وفا ثبات قدم، جانبازی، صبر و تحمل اور دوسری طرف ظلم و ستم جفاکاری

قساوت قلب، بے حمیتی، کم ظرفی، وحشیت و حیوانیت کا مکمل نقشہ موجود ہے
اور اس کے سبب سے مسلمانوں کے دلوں پر وہ چوٹ پڑے جس کا نتیجہ انقلاب
سلطنت کی صورت میں نمایاں ہو، صرف قتل ہو جانا اس مقصد کو پورا
نہیں کر سکتا تھا، عرب قوم میں بات پر مر مٹنا ایک معمولی بات تھی، عربی جانبازون
کی آخری سانسیں اکثر تلواروں ہی کی چھاؤں میں چلتی تھیں، پھر فرزند رسول
بھی اگر اپنی جان سے گزر کر قتل کو منظور کر لیتے تو اس کو کوئی خاص اہمیت
عام نفوس میں حاصل نہیں ہو سکتی تھی، حسین نے اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے
اہل حرم کو اپنے ساتھ رکھنا ضروری سمجھا، عورتوں اور بچوں کے ساتھ ہمدردی
انسانی طبائع میں فطری طور پر داخل ہے اور بالخصوص عرب قوم میں غیرت و
حمیت کے تحت میں یہ جذبہ خصوصیت سے پایا جاتا ہے، فرزند رسول یزید
اور اُس کے بندۂ زر اتباع سے یقین رکھتے تھے کہ وہ بخیال خود فتح
پانے کے بعد ان بے وارث عورتوں کے ساتھ رحم و کرم کا کچھ بھی خیال
نہ کرینگے اور مظالم و مصائب کا سلسلہ ان اہل حرم کے ساتھ ایک طویل
مدت تک جاری رہے گا، خاندان رسول کے مخدرات مختلف شہروں میں
پھرائے جائیں گے، قید خانہ میں مقید کیے جائیں گے اور اُن کے ساتھ
ہر قسم کا ظلم و ستم روا رکھا جائے گا اس کا اثر یہ ہوگا کہ فوراً نہیں تو کچھ
عرصہ کے بعد مسلمانوں کی آنکھیں کھلیں گی اور دلوں میں جذبات حزن و ملال

سے تلاطم برپا ہوگا، یقیناً بنی امیہ کی سلطنت تباہ ہوگی، حسینؑ اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے، ظاہری صورت سے تو یزید نے حسینؑ اور اُن کے تمام انصار و اعوان کو قتل کر ڈالا لیکن حقیقتہً حسینؑ نے یزید اور تمام بنی امیہ کو اُن کی پوری سلطنت سمیت قتل کیا، حسینؑ کی فتح ہوئی اور یزید کی شکست اور شکست بھی ایسی کہ روز قیامت تک جس کے بعد فتح نصیب نہیں ہو سکتی

سید الشہدا کا تبلیغی نقطۂ نظر

امام کو معلوم تھا کہ وہ قتل کیے جائیں گے، بے شک معلوم تھا بلکہ یہ بھی معلوم تھا کہ تمام اعوان و انصار اعزا حتیٰ کہ شش ماہہ بچہ بھی باقی نہ رہے گا۔ مردوں میں سوائے ایک بیمار فرزند کے کوئی نہ بچے گا سب ذرا سی دیر کے عرصہ میں قتل ہو جائیں گے، یہ بھی یقینی تھا کہ بنی امیہ آپ کے قتل کو مختلف لباس پہنا کر دنیا کو یہ یقین دلانے کی کوشش کرینگے کہ آپ کا قتل مذہبی قوانین کے لحاظ سے قابل اعتراض نہیں بلکہ اصول کے مطابق ہے اور یہ کہ حسینؑ خلیفہ وقت پر خروج کے باعث اس کے مستحق تھے کہ ان کو قتل کیا جائے، عراق میں امیر المومنین کی چند روزہ خلافت ظاہریہ کی بدولت اہلبیت رسولؐ کو پہچاننے والے کچھ نہ کچھ بغداد میں موجود تھے لیکن تمام نے اسلامی دنیا میں آنکھ کھول کر سوائے

اموی سلاطین اور اُن کے جاہ و حشم کے کچھ نہ دیکھا تھا، اُن کے کان
علی ابن ابی طالب پر سب وشتم کو نماز کے وظائف اور جمعہ کے خطبوں میں
سُننے کے عادی تھے اور اُن میں سے بیشتر افراد اس مقدس ہستی اور خاندانِ
رسُول کے محترم افراد کو پہچانتے بھی نہ تھے اُن میں سے ایسے بھی تھے کہ جب
اُن سے پوچھا جاتا تھا یہ کون شخص ہے جس پر بعد نماز سب وشتم کی جاتی
ہے؟ تو وہ کہتے تھے (اراہ لصا من لصوص العرب) میرے
خیال میں تو یہ عربستان کے ڈاکوؤں میں سے کوئی شخص ہے۔ (عقد فرید)
ان حالات کی موجودگی میں کوئی شبہ نہیں کہ ادھر حسینؑ قتل ہوتے اُدھر
واعظین اور خطباء کی زبانیں خلیفہ وقت کے طرز عمل کو سراہنے اور اس کے
حق بجانب ثابت کرنے میں مصروف ہو جاتیں اور اُس وقت غزالی کا
رسوائے زمانہ مقولہ (قتل الحسین بشرع جدہ) بالکل عام افرادِ مسلمین
کی نظر میں حقیقت کا لباس پہن لیتا، اس صورت میں سید الشہداء نے
اپنی جان و مال، اولاد سب کو شرع اسلامی کے احیاء اور اپنی مذہبی
خودداری کی محافظت میں صرف کیا ورنہ نتیجہ اس کا یہ ہوتا کہ تاریخ کے
ورق اور کتب سیر کے صفحات نے یزید کو (مثل دیگر جنگ آزما ہستیوں
کے) غازی اور مجاہد کا لقب دیدیا اور پیکر حقیقت، روح صداقت،
امام بالحق حسین بن علیؑ دنیا میں ہمیشہ کے لیے مجرم اور باغی مستحق قتل

سمجھ لیے گئے کیا حسینؑ کا تدبر اس کی اجازت دے سکتا تھا؟ کیا وہ اپنی جان کو ہاتھ سے دیتے ہوئے مقصد کو بھی ہاتھ سے دیدیتے؟

یہ قتل حسینؑ بن علیؑ کا صرف اُن کا قتل نہ ہوتا بلکہ اُن کی تحریک، اُن کے مقصد، اُن کی ہر دلعزیزی، اُن کی پاکدامنی اور نفسانی صفات و خصوصیات دین اسلام اور شریعت حقہ کے قتل کا مرادف تھا اور اس سے بڑھ کر سید الشہدا کی شکست کوئی نہیں ہوسکتی تھی۔

امام کے لیے اپنے قتل کے بعد اس مقصد کی حفاظت کا کون سا ذریعہ تھا؟ کس پر وہ اعتماد کرتے کہ وہ اُن کی شہادت کے فلسفہ اور اُن کی حقانیت و صداقت کی تبلیغ کے حق کو ادا کریگا؟ کیا وہ اپنے اعزا اور انصار پر بھروسا کرتے؟ وہ تو سب اُن کے سامنے قتل ہو جانے والے تھے۔ کیا وہ بیمار فرزند زین العابدینؑ پر اعتماد کرتے؟ وہ تو خود طوق و زنجیر میں گرفتار اور شدائد مرض میں مبتلا تھے اور اُن کا قتل کرنا سخت دل دشمنوں کے لیے معمولی بات تھی، پھر کون تھا جو امام کے بعد اس اہم فریضہ کا ذمہ دار ہو؟ کون دنیا کے سامنے حقانیت و صداقت کو بے نقاب کرکے دشمنوں کی حکمت عملی اور حیلہ سازی کو کمل شکست دیتا اور بھرے ہوئے مجمعوں میں بازاروں کے اندر پُر زور مدلل تقریروں سے ناواقف افراد کے سامنے حقیقت کو واضح کرتا؟

اُس وقت کو دیکھو اور اُن حالات پر غور سے نظر ڈالو، وہ ہولناک

مواقع ایسے تھے کہ کسی بڑے سے بڑے مرد کے قدم وہاں ٹھہر جاتے
فرض بھی کر لیا جائے کہ کوئی مسلمان اپنی جان پر کھیل کر اس موقع پر کھڑا
ہوتا تو کیا اس کو اتنی مہلت بھی دی جاتی کہ وہ اپنے فرض کو ادا کر سکے؟
کون تھا جو حسینؑ کے مقصد کی تکمیل کرتا؟ بے شک اس مقصد کو پورا کیا
تو اُن ہی بے والی و وارث عورتوں نے جو قیدی بنا کر شہر بہ شہر پھرائی
جا رہی تھیں، جن کے دلوں میں غم و غصہ کی آگ بھڑک رہی تھی، جن کی رگوں
میں علوی و فاطمی خون جوش کھا رہا تھا۔ جن کی زبانوں سے نبوی بلاغت
اور علوی فصاحت الفاظ کی صورت میں موجزن تھی، اُنھوں نے وہ کام
کیا جو بڑے بڑے پُرجگر مردوں سے نہ ہوتا اور ایسے سخت مواقع پر فریضۂ تبلیغ
کو ادا کیا جن میں بہادروں کے دل چھوٹ جاتے، فرزند رسولؐ کو معلوم تھا
کہ وہ قتل کیے جائیں گے اور جتنے یگانے بیگانے آپ کے ساتھ ہیں سب شہید
ہوں گے اور مردوں میں کوئی ایسا شخص باقی نہ رہے گا جو اسلامی افراد کے
سامنے حقیقت کو بے نقاب کر کے اُن کی آنکھوں سے غفلت کے پردے ہٹائے
آپ اگر اس پہلو سے چشم پوشی کرتے اور اپنے بعد کے لیے اس مقصد کا کوئی
سرانجام نہ کر جاتے تو یقیناً آپ کی قربانی غیر مکمل اور عبث رہتی اور اُس سے
جو اصلی مقصد تھا وہ حاصل نہ ہوتا، اس نصب العین کی تکمیل کے لیے حضرت
کو مخدراتِ عصمت کا اپنے ساتھ رکھنا ضروری معلوم ہوا

حضرت کو اس امر کا احساس تھا کہ بنی امیہ اسلامی احکام و قوانین اور عربی عادات و اخلاق سے جتنا بھی تجاوز کریں لیکن یہ نہیں ممکن کہ اُن کو ابے والی و وارث عورتوں کے قتل کی ہمت ہو، نہیں ممکن کہ وہ ایک مصیبت زدہ غم رسیدہ عورت کو قتل کریں جس کا قصور صرف اتنا ہو کہ دل کی بھڑاس نکالنے کے لیئے اُس نے کچھ الفاظ زبان سے نکالے ہوں، روز عاشور اگرچہ دشمنوں کے ہاتھ سے بعض عورتیں اور بچے بھی قتل ہوئے لیکن معرکہ جنگ کے خصوصیات دوسرے اوقات سے مختلف ہیں ابن زیاد اپنے تمام ظلم و جور اور طغیان و سرکشی کے باوجود ہرگز اس امر پہ قادر نہ تھا کہ وہ غیر معرکہ جنگ میں ایک بیکس و بے لبس عورت کا خون بہاتا جو اُس کے سامنے ایک قیدی کی صورت میں کھڑی ہو۔

ملکی قوانین کی شرم یا شرعی یا عوام کے جذبات کے خیال سے سہی لیکن وہ کسی عورت کو قتل کرنا تو درکنار ظاہر بظاہر ہاتھ بھی نہیں اُٹھا سکتا تھا، دیکھو جب مخدرۂ رسالت زینب کبریٰ نے اپنی باطل شکن تقریر سے اُس کے بلکہ تمام اموی حکومت کے کفر و فسق اور خبث و شقاوت کو طشت از بام کر دیا اور ثکلتك امك یا ابن مرجانه کے تعریفیہ کلمے نے دنیا کو اُس کی آنکھوں کے سامنے تاریک بنا دیا تو اُس نے چاہا کہ ہاتھ اٹھائے اور زینب کبریٰ سے اُن کے جگر سوز الفاظ کا بدلا لے لیکن اُسی کے لشکر کا بڑا سردار عمرو بن حریث سامنے آگیا اور اُس نے ابن زیاد کو یہ کہکر روک دیا کہ عورت کو اُس کی زبان سے

نکلی ہوئی باتوں کی سزا نہیں دی جاتی، ابن زیاد کو یہ کہکر ساکت ہو جانا
پڑا کہ (ما تراہا کیف تجرأت علی) تو نہیں دیکھتا کہ زینب نے میرے ساتھ
کتنی بڑی جسارت کی، اس میں کوئی شک نہیں کہ حسین اور انصار حسین نے کربلا میں
وہ یادگار نمونہ پیش کیا جس کا مثل ناممکن ہے، انھوں نے شجاعت وجرأت
کا مجسمہ بن کر ثبات قدم واستقلال کے وہ جوہر دکھلائے جن کی نظیر تاریخی صفحات
میں ڈھونڈھنے سے نہیں ملتی، بہتر آدمی ستر ہزار کے مقابل میں کھڑے
ہوئے پھر ان کو کوفہ وشام سے برابر مدد پہونچنے کی توقع اور ان کو کسی
امداد کی امید نہیں، وہ نہر کے کنارے سیر وسیراب۔ اور یہ ریگستان میں
دو تین دن کے پیاسے، آفتاب کی گرمی، لوہے کی تپش، زخموں کی کثرت
آنکھوں کے سامنے بچے پیاس سے جاں بلب ان تمام حالات کے باوجود پائے ثبات
میں تزلزل آنا تو کیسا چہروں پر شکن بھی نہ آنے پائی بلکہ جتنا وقت سخت
ہوتا جاتا تھا ان کے چہروں کی بحالی، رگوں میں خون کی روانی، ارادوں
کی پختگی زیادہ ہوتی جاتی تھی، یقیناً بڑا حیرت انگیز، وحشتناک موقع تھا جس میں
ٹھہرنا ان ہی بہادروں کا کام تھا لیکن اگر غور کرو تو اس سے زیادہ عظیم اور دہشت انگیز
وہ موقف تھا جہاں خاندان رسالت کے مخدرات عصمت وطہارت کو ٹھہرنا پڑا
تھا اور وہ تھا ابن زیاد کا دربار ہے۔
ذرا دیکھو تو سہی کوفہ میں قصر دار الامارہ کے اندر دربار آراستہ ہے

ابن زیاد تخت حکومت پر فتح و ظفر کے نشہ میں سرشار بیٹھا ہے، تمام ارکانِ دولت، روسائے قبائل، عمال حکومت حاضر ہیں اور سامنے عام ملازمین بارگاہ صف در صف دم بخود ایستادہ ہیں دنیا اپنی تمام ظاہری شان و شوکت کے ساتھ مجسم صورت میں موجود ہے اس حالت میں اسرائے اہلبیتؑ اور سرہائے شہداء لائے جاتے ہیں ان ہی قیدیوں میں عقیلہ حور از زینب کبریٰ بھی ہیں۔ اور وہ ایک گوشے میں عام نظروں سے ذرا دور ہٹ کر بیٹھ جاتی ہیں، ابن زیاد کی کمینہ نفسی اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ وہ بلند ہمت فاتحین کی صورت سے دشمن پہ ظفر پانے کے بعد معاف کر دے۔ یا کریم النفس اور باوقار افراد کے طریقہ پر سکوت سے کام لے، اُس کا دل چاہتا ہے کہ وہ اپنی فتح و ظفر کا زبانی اظہار کرکے اُن دُکھے ہوئے دلوں کو اور دکھائے عظمت و جلالت چھپائے نہیں چھپتی اُس نے حضرت زینب کو فوراً پہچانا اور ضرور پہچانا لیکن صرف بخیال خود ہتک حرمت کے لیے (جس کا نتیجہ خود اس کی سُبکی اور ہتک کی صورت میں ظاہر ہوا) پوچھنے لگا کہ یہ کون عورت ہے جو لوگوں کی نظر بچا کر دُور بیٹھی ہے۔ کسی نے کہا کہ یہ زینب دختر علی ہیں اب ابن زیاد کو اپنی فتح و ظفر کے مظاہرے اور زینب کی شماتت اور دل آزاری کا موقع پیدا ہو گیا۔

ابن زیاد۔ کیوں زینب دیکھا خدا نے تمہارے بھائی اور اُن کے باغی ساتھیوں کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ اس سوال کا جواب ایک ستم رسیدہ عورت جو قیدی

کی صورت میں ہو کیا دے سکتی ہے؟ کیا اُس کے دل میں اتنی طاقت، زبان میں اتنی قوت باقی رہ سکتی ہے کہ وہ جواب سنجیدگی کے ساتھ دے لیکن ذرا ان لفظوں میں غور کرو جو زینب کبریٰ نے جواب کی صورت میں کہیں، ان میں کہیں اضطراب خوف، بے صبری، ناسمجھی کی جھلک ہے؟ "میں نے تو اچھا ہی اچھا دیکھا، یہ وہ لوگ تھے جن پر قتل ہونا خط تقدیر نے لکھدیا تھا، وہ اپنے پیروں سے اپنے مقتل کی طرف گئے اور وہ دن دور نہیں کہ جب خدا کے سامنے تیرا اور اُن کا مقابلہ ہوگا اور تجھ کو جواب دہی کرنا ہوگی اُس وقت دیکھنا کہ فتح کس کی ہے؟"

زینب کے یہ جملے معانی کا دفتر اپنے دامن میں لیے ہوئے ہیں، فلسفہ مظلومین کے تمام نکات و اسرار ان چند کلموں میں مضمر اور عقیدہ معاد اور دار آخرت کی تبلیغ ان کا مخصوص جوہر ہے۔

ابن زیاد کے لیے سنجیدہ بحث کا دروازہ بند تھا، اُس کی زبان رُک چکی تھی اُس کی تمام ظاہری شان و شوکت، دولت و ثروت ان الفاظ کا جواب دینے کیلئے کام آنے والی نہیں تھی اُس کو سب و شتم اور عامیانہ گفتگو کے سوا چارہ کار نظر نہ آیا ابن زیاد "خدا کا شکر کہ تم لوگوں کو قتل کیا، تمھیں رسوا کیا اور تمھاری باتوں کو جھوٹا ظاہر کر دیا" اس کے جواب میں کیا زینب بھی ایسی ہی غیر سنجیدہ اور انسانیت سے گری ہوئی تقریر کرتی ہیں؟ لا واللہ!! زینب کی شان اس سے ارفع و اجل تھی، وہ اس موقع پر باطل کا مقابلہ حق سے،

لغو باتوں کا جواب دلیل و برہان سے دے رہی تھیں اُنھوں نے کتنی شاندار لفظوں میں جواب دیا جن پر بلاغت نثار ہو رہی ہے۔

"رسوا وہ ہوتا ہے جو فاسق ہو اور جھوٹ اُس کا کھلتا ہے جس کو سچائی کا لحاظ نہ ہو اور وہ ہم نہیں ہمارا غیر ہے"۔ حسینؑ و انصار حسینؑ نے ظہر عاشور دشمنوں کا مقابلہ کیا، اُن کے ہاتھوں میں چلتی ہوئی تلواریں تھیں، اُن کے دوش پر باڑھ دار نیزے تھے، عزت اُن پر سایہ فگن اور شرف ان کے ہمرکاب تھا، ان میں سے ایک اُس وقت تک قتل ہوتا تھا جب وہ دشمنوں میں سے سیکڑوں کو قتل کر لیتا تھا، وہ خوش تھے، اُن کے لبوں پر تبسّم تھا صرف اس خیال سے کہ تھوڑی دیر میں وہ دنیوی آلام سے نجات حاصل کر کے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جنتہ الفردوس میں جا کر قیام کرنے والے ہیں۔ یہ اُس موقف کی صورت تھی جہاں شہدائے کربلا کو کھڑا ہونا پڑا تھا لیکن وہ موقع جو زینب کبریٰ اور اُن کے ساتھ کی مخدرات عصمت کو برداشت کرنا پڑا اس سے مختلف ہے، وہ دربار ابن زیاد میں قیدی کی صورت میں کھڑی تھیں، وہ نظر اُٹھا کر جدھر دیکھتی تھیں سوائے شماتت کرنے والے دشمنوں اور ہنس ہنس کر طعن و تشنیع کرنے والے اشقیا کے کوئی نظر نہ آتا تھا، اُن کی آنکھوں کے سامنے وہ جفا کار اشخاص موجود تھے جن کی تلواروں نے اُن کے جوان فرزندوں، بھائی بھتیجوں کو ٹکڑے ٹکڑے کیا تھا، وہ اپنے تئیں ایک ایسے مقام پر قیدی کی صورت

میں دیکھ رہی تھیں جہاں وہ ایک وقت میں سلطنت کر چکی تھیں۔
یہ تمام باتیں وہ ہیں جو انسان کو بے قابو، عقل و حواس کو مختل اور زبان و دل کو بے طاقت بنا دیتی ہیں، جن کی موجودگی میں شجاع ترین انسان ایک کلمہ زبان سے کہنے کے قابل نہیں ہوا کرتا۔
زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا کے ان خصوصیات و حالات کو دیکھتے ہوئے کیا کسی شخص کو یہ کہنے میں جھجک ہو سکتی ہے کہ انھوں نے دربار ابن زیاد میں جس منزل کو طے کیا وہ اس مرحلہ سے زیادہ دشوار تھی جس کو انصار سید الشہداء نے کربلا کے میدان میں قطع کیا؟ تاریخی حالات کو دیکھتے ہوئے کیا کوئی شخص دعویٰ کر سکتا ہے کہ ان طاقت ربا اور ہمت شکن حالات کی موجودگی میں ابن زیاد کے سامنے زینب کی زبان میں لکنت یا اُن کے دل میں کسی قسم کا اضطراب یا اُن پر کسی طرح کے خوف و دہشت کا اثر تھا؟ کیا یہ واقعہ نہیں کہ انھوں نے اس موقع پر ایسی پُرحقائق تقریریں کیں جن کو اگر ایک فارغ البال اور مطمئن شخص کئی رات دن کی فکر میں تیار کرتا تب بھی وہ اپنی نوعیت میں یادگار کی حیثیت رکھتیں پھر جناب زینب نے تو ہزاروں اشخاص کے مجمع میں ایسے موقع پر ان خطبوں کو ارشاد فرمایا تھا جب وہ مصائب اور شدائد کے ہجوم میں دانتوں میں زبان کی طرح گھری ہوئی تھیں، جبکہ مظالم کی چکی اُن پر چل رہی تھی اور اُن کی زندگی کا مشکل ترین موقع تھا، آخر ابن زیاد

نے جب پوری طرح سمجھ لیا کہ زینب پر اُس کی سطوت و شوکت کا ذرہ برابر اثر نہیں ہوا اور یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ ان کی باتیں رائے عامہ کو اُس کے خلاف منقلب نہ کر دیں اور اُس کی رُسوائی اور فضیحت میں نقاب خفا کے جو تھوڑے بہت تار باقی ہیں وہ بھی معدوم نہ ہو جائیں تو اُس کو تقریر کا رُخ بدلنا پڑا اور آخری لفظین جو اُس کی زبان سے نکلیں وہ یہ تھیں (لعمری انھا سجاعۃ ولقد کان ابو ھا اسجع منھا) خدا کی قسم زینب بڑی عبارت آرائی کرنیوالی ہیں اور ان کے باپ تو ان سے زیادہ عبارت آرائی میں کامل تھے۔

نہیں نہیں اے ابن مرجانہ! زینب صرف عبارت آرائی کرنیوالی نہیں ہیں۔ وہ ثبات و استقلال کا مجسمہ، حقانیت و صداقت کا پیکر ہیں وہ حکومت جابرہ اور سلطنت ظالمہ کے مقابل حق کی آواز بلند کرنے کی امانتدار ہیں۔ وہ علی بن ابی طالب کی یادگار ہیں جنھوں نے دنیا کو فصاحت و بلاغت اور شجاعت و جرأت کا سبق دیا۔ وہ معصومۂ کبریٰ فاطمہ زہرا کی بیٹی ہیں جن کی عصمت و طہارت پر آیۂ تطہیر نے مہر تصدیق ثبت کر دی ہے نہ مرجانہ اور سمیہ یا ہند جگر خوارہ جن کے رسوائے عالم واقعات سے تاریخ کی پیشانی عرق انفعال سے تر ہے۔

زینب کی یہ شجاعت و جرأت ایک مرتبہ دو مرتبہ سے مخصوص نہیں بلکہ اُس کا ظہور ہر اُس موقع پر ہوتا رہا کہ جب مشکلات کا ہجوم اور مصائب کا اژدہام تھا۔ جبکہ تماشائیوں سے بازار، کوٹھے، برآمدے مملو تھے۔ کوفہ میں داخلہ

کے وقت، کوفہ سے نکلنے کے موقع پر، راستے میں، بازار شام کے اندر، ہر مناسب موقع پر، زینب کی زبان فریضۂ تبلیغ میں گویا تھی۔ انھوں نے حق کے واضح کرنے میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا انھوں نے ہر موقع پر ایسی تقریر کی جو کسی ایسے خطیب سے بھی ناممکن ہے جس کے لیے تمام خاطر جمعی اور راحت و اطمینان کے اسباب موجود ہوں قیدیوں کا قافلہ کوفہ میں پہونچا، اس صورت میں کہ جس سے پتھر کا دل بھی پگھل جائے۔ زنان کوفہ نے فطرتاً بےچین ہوکر رونا شروع کیا، سید سجاد نے ضعف و مرض کے باعث تھرتی ہوئی آواز میں کہا "تم ہی لوگوں نے تو ہمارا خون بہایا اب تمھاری عورتیں ہمارے حال پر روتی ہیں، ہمارا تمھارا فیصلہ روز جزا خدا سپرد ہے" پھر واقعہ کی دردانگیزی بڑھی اور مرد و زن ہم آواز ہوکر رونے لگے امام نے فرمایا "تم لوگ ہمارے لیے روتے نوحہ کرتے ہو پھر آخر ہم کو قتل کس نے کیا ہے؟"

بشر بن خزیم اسدی ناقل ہیں کہ اس موقع پر زینب بنت علیؑ نے مجمع کی طرف رُخ کیا اور تقریر شروع کی، میں نے آج تک کسی پردہ نشین عورت کو اتنی پُر زور تقریر کرتے ہوئے نہ سُنا تھا۔ گویا علی بن ابی طالبؑ کھڑے ہوئے تقریر کر رہے تھے۔ انھوں نے لوگوں کی طرف سکوت کا اشارہ کیا جس کے ساتھ ہی ہر طرف خاموشی چھا گئی، انھوں نے کہا۔

"حمد کا مستحق خدا ہی اور صلوٰۃ و سلام میرے پدر بزرگوار محمد مصطفیٰؐ، اور اُن کی

عترت کے ساتھ مخصوص ہے، اے اہل کوفہ، اے اہل مکر و دغا تم روتے ہو؟ خدا کرے ان آنسوؤں کو تھمنا نصیب نہ ہو اور ان نوحہ و فریاد کی آوازوں میں سکون نہ ہونے پائے (آپ کی تقریر کا سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ فرمایا) کیا تم سچ مچ آنسو بہا رہے ہو اور چیخیں مار مار کر رو رہے ہو؟ بے شک تم اسی کے مستحق ہو۔ جتنا ممکن ہو زیادہ روؤ اور ہنسی کو کم آنے دو، تم سمجھے بھی کہ رسول خدا کے جگر کو کیسے تم نے چاک کر دیا اور اُن کے گھرانے کی کیسی عزیز خواتین کو تم نے بے پردہ کیا اور اُن کا کیسا خون تم نے زمین پر بہایا اور ان کی کتنی بڑی ہتک حرمت تم نے کی؟ کیا تم کو اس بات پر تعجب ہے کہ آسمان سے خون برسا؟ یہ تو کچھ نہیں! آخرت کا عذاب بہت سخت ہے اور اُس وقت تمہارا کوئی مددگار نہ ہوگا اس چند روزہ مُہلت کے زمانہ سے مغرور نہ ہونا، خدا کو جلد بازی کی ضرورت نہیں، نہ موقع نکلنے کا خوف ہے، وہ یقیناً تمہاری تاک میں لگا رہے گا۔

راوی ناقل ہے کہ میں نے لوگوں کو دیکھا بے ہوش و حواس دانتوں میں اُنگلیاں دبائے ہوئے رو رہے تھے اور ایک بڈھے کو میں نے روتے ہوئے دیکھا وہ کہہ رہا تھا، میرے ماں باپ تم لوگوں پر نثار، تمہارے بوڑھے تمام دنیا کے بوڑھوں سے بہتر اور تمہارے جوان تمام جوانوں سے بہتر اور تمہاری عورتیں تمام عورتوں میں افضل و بہتر اور تمہاری نسل تمام جہان کی نسل سے بہتر ہے، نہ وہ کبھی ذلیل ہو سکتی ہے نہ رُسوا۔"

پھر ام کلثوم نے ایک فصیح و بلیغ خطبہ کہا اور ان کے بعد فاطمہ بنت الحسین نے تقریر کی (الحمد للہ عدد الرمل والحصیٰ و زنۃ العرش الی الثریٰ الخ)

یہ اس وقت کا تذکرہ ہے جب یہ قافلہ بے پردہ محمل و کجاوہ کے اندر کوفہ میں جا رہا تھا یا دربار ابن زیاد میں لایا گیا تھا، لیکن اب ذرا آگے بڑھ کر دربار یزید پر ایک نظر ڈالو اور دیکھو یہ قافلہ اس دربار میں کس طرح لایا جاتا ہے۔

یزید سریر حکومت پر دو نشوں میں سرشار بیٹھا ہے، ایک نشۂ شراب دوسرے نشۂ فتح و ظفر اور اس کے گرد طواغیت بنی امیہ و بنی عبد الشمس، ارکان دولت طلائی و نقرئی کرسیوں پر حریر و دیبا کے لباسوں میں ملبوس مجتمع ہیں شراب کے دور چل رہے ہیں اور دولت و ثروت، طرب و نشاط کا نقشہ کھنچا ہوا ہے، اس حالت میں خاندان رسالت کی عورتیں اور بچے رسیوں میں بندھے ہوئے دربار میں لائے جاتے ہیں، اس وقت یزید کے مسرت و نشاط کا پارہ ذرا اونچا ہو جاتا ہے۔ اور وہ اس بات کی آرزو کرنے لگتا ہے کہ کاش جنگ بدر میں لشکر اسلام کے ہاتھوں سے قتل ہونیوالے اس کے بزرگ ہوتے اور وہ دیکھ لیتے کہ خاندان رسالت سے ان کا بدلہ کس طرح سے لیا گیا (لیت اشیاخی ببدر شہدوا الخ)

یہ موقع تھا کہ معصومۂ صغریٰ زینب کبریٰ کھڑی ہوئیں اور وہ تقریر شروع کی جس نے یزید کے تمام جاہ و جلال کی عمارت کو متزلزل کر دیا، ان الفاظ کو غور سے سنو اور دیکھو ان الفاظ اور ان کے معانی کی شان و شوکت اور پرزور طاقت

کس طرح یزید کو اس کے تمام جبروت سمیت پرکاہ سے زیادہ بے وقعت ثابت کر دیتی ہے -!! زینب سلام اللہ علیہا کھڑی ہوئیں اور کہا "کتنا سچا ہے میرے پروردگار کا ارشاد (ثم کان عاقبۃ الذین اساءو السوئی ان کذبوا بآیات اللہ وکانوا بہا یستہزءون) "آخر میں اُن لوگوں کی جنھوں نے بُرے اعمال کیئے یہ نوبت پہونچی کہ انھوں نے آیات خدا کی تکذیب کی اور وہ اُن کی ہنسی اُڑاتے تھے" تو نے اے یزید کیا یہ گمان کیا کہ جب تو نے ہم پر زمین و آسمان کے تمام رستوں کو بند کر دیا اور ہماری حالت یہ پہونچی کہ تیرے سامنے قیدیوں کی طرح لائے جائیں تو اس سے خدا کی نظر میں ہماری حقارت اور تیری کچھ عزت ہو گئی اور یہ کہ تیری کامیابی تیرے رفعت مراتب کے باعث تھی؟ اس خیال سے تیری ناک چڑھ گئی اور تو خوش ہو ہو کر (غرور و تکبر کے ساتھ) اپنے شانوں پر نظر ڈالنے لگا جب تو نے دیکھا کہ دنیا تیرے حکم کی پابند اور امور مملکت منظم و مرتب ہیں اور ہماری سلطنت و حکومت تیرے لیئے تمام خطرات سے صاف ہو گئی کیا تو بھول گیا قول خدا کو کہ (نہ خیال کریں .. وہ لوگ جنھوں نے کفر اختیار کیا کہ ہم جو اُن کو مُہلت دیتے ہیں وہ اُن کے لیئے اچھی بات ہے ہم تو اُن کو مُہلت دیتے ہیں اس لیئے کہ وہ خوب دل کھول کر گناہ کریں اور آخر اُن کے لیے حقارت آمیز سزا مقرر ہے) کیا انصاف کا اقتضا یہی ہے کہ تو اپنی عورتوں کنیزوں کو تو پردے میں رکھے ہوئے ہے اور دختران رسولؐ کو قیدیوں کی

صورت میں در بدر پھراتا ہی پھر اُس پر بڑی بیباکی اور جرأت کے ساتھ کہتا ہے (لاھلوا واستھلوا فرحا) اگر بدر میں مارے جانے والے بزرگ اس کو دیکھتے تو خوشی کے مارے چیخ اُٹھتے۔

تو اپنے بزرگوں کو بخیال خود پکارتا ہی، گھبرا نہیں تھوڑے ہی دن میں تو بھی اُسی گھاٹ پر پہونچے گا اور یقیناً اُس وقت تو آرزو کرے گا کہ کاش تیرے ہاتھ شل اور زبان گنگ ہوتی اور تو نے جو کچھ کہا اُس کو نہ کہتا اور جو کیا اُس کو نہ کرتا، تیرے لئے اس سے بڑھ کر کیا ہوگا کہ خدا فیصلہ کرنے والا اور محمد مصطفےٰ تیرے مقابل میں مدعی اور روح الامین اُن کی پشت پناہ اور مددگار ہوں گے اُس وقت اُن لوگوں کو بھی جنھوں نے تیرے افعال کی تائید کی اور تیرا ساتھ دے کر مسلمانوں کی گردنوں پر مسلط کیا معلوم ہوگا کہ ظالمین کو کیسا بُرا بدلا دیا جاتا ہے۔

کیا کسی مصور یا مضمون نگار کا قلم یزید کی حالت اور فتح و ظفر کے باعث اُس کے خوشی و نشاط اور غرور و تکبر کی تصویر بر موقع اس موثر انداز سے کھینچ سکتا ہے جس صورت سے زینب کبریٰ نے اس مختصر وقت میں کھینچی تھی؟ کیا کسی واعظ شیریں زبان اور مبلغ کی یہ طاقت تھی کہ وہ اُس موقع پر یزید کے بڑھتے ہوئے سرکشی و تمرد کے پارے کو اس صورت سے گھٹاتا؟

کیا اپنی طاقت ور اور مالک تاج و تخت دشمن کے مقابل میں اپنی عظمت و جاہ و جلال کا بیان اس وقت پر ممکن تھا کہ جب ظاہری اسباب کو دیکھتے ہوئے

maablib.org

عزت و احترام کے تمام حیثیات مفقود اور ذلت و اہانت کے تمام اعتبارات موجود ہیں؟ یہ حق کی طاقت تھی جس نے اس وقت یزید کے سر کو خم کر دیا حضرت زینب نے اتنے ہی پر اکتفا نہیں کی بلکہ چاہا کہ خود اُس کو اور اس کے ہم نشین اہل دربار کو حق کا جاہ و جلال اور باطل کی سچی بے وقعتی اور کم قدری مجسم صورت سے دکھلا دیں اور یہ کہ کس طرح جوہر حقیقت کی مالک ہستیاں قوت و سلطنت اور خوف و ہیبت کے اسباب کی طرف ذرہ برابر پروا نہیں کرتیں انھوں نے چاہا کہ خود یزید کو اُس کی کم قدری اور بے حقیقتی، پست فطرتی اور بے بضاعتی حسب و نسب کی پستی کا احساس کرا دیں اور دکھلا دیں کہ وہ خود اس سے اجل و ارفع ہیں کہ اس سے بات تک کرنا پسند کریں، ارشاد ہوتا ہے۔

"اگرچہ انقلابات زمانہ نے یہ نوبت پہونچا دی کہ میں تجھ سے بات کر رہی ہوں حالانکہ میں تیری قدر و منزلت کو بہت کم جانتی ہوں اور تیری توبیخ و سرزنش کو اپنے لیے بڑی مصیبت سمجھتی ہوں لیکن کروں کیا کہ دل بھرا ہوا اور کلیجہ میں آگ لگی ہے۔ کتنے تعجب کی بات ہے کہ خدا پرست افراد شیطانی لشکر کے ہاتھوں قتل ہوں!!"

اس کے بعد حضرت زینب نے چاہا کہ صریحی طور پر فلسفہ مظلومیت اور اُس کے نتائج اور ظاہری فتح میں شکست اور شکست میں فتح کا پہلو اور ظاہری اسباب کا انجام کی حیثیت سے معکوس نتیجہ واضح کر کے بیان کر دیں اور بتلا دیں

کہ مقصد میں کامیابی اور نتیجہ کی خوشگواری اُن کے لیے تمام مشکلات کو آسان کیے ہوئے ہے یہی وہ نکتہ ہے کہ جس کے بیان میں اہل قلم بسیط سے بسیط مضامین لکھے ہیں اور جس پر حسینی سیاست کی حقانیت و صداقت کا دار و مدار ہے۔

فرماتی ہیں۔ "اچھا اے یزید تجھکو قسم ہے) تو کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھ اور اپنی پوری کوشش کو صرف، اپنی تمام جد و جہد کو ختم کر دے لیکن (یاد رکھو) خدا کی قسم تو ہمارے ذکر کو محو، ہماری زندگی کو فنا نہیں کر سکتا اور نہ ہمارے اصلی مقصد تک تو پہنچ سکتا ہے، اس واقعہ کا ننگ و عار تجھ پر قیامت تک باقی رہے گا اور تو کبھی اس کو دھو نہیں سکتا۔ تیری رائے یقیناً غلطی پر، تیرے ایام زندگی بہت محدود۔ تیرے اردگرد کا مجمع بہت جلد تتر بتر ہونے والا ہے، وہ دن بہت نزدیک ہے جب منادی کی آواز بلند ہو گی الا لعنۃ اللہ علی الظالمین، شکر ہے اُس خدا کا جس نے ہمارے پیشرو بزرگوں کا انجام سعادت کے ساتھ اور ہمارے آخری بزرگ کا انجام شہادت و رحمت کے ساتھ مقرر کیا اور وہ ہمارے لیے کافی اور بہترین ناصر و معین ہے"

یہ مختصر اقتباسات ہے اُس طویل خطبہ کے جو بلاغت و فصاحت کے اعتبار سے ایک معجزہ ہے، اُس کے الفاظ کی طاقت اور عبارت کا لطف انسجام ہماری اُردو زبان میں کہاں؟ ہم اُس کے معنوی مفاد کو اپنی لفظوں میں پیش کر سکتے ہیں۔ کیا اس میں کوئی شک ہو سکتا ہے کہ اس تقریر کا ہر ہر فقرہ

یزید کے لیے ہزار ہزار تلواروں اور تیروں کے زخم سے زیادہ سخت تھا
اور کیا اس کا انکار کیا جا سکتا ہے کہ یہ خطبہ اور اس کے ایسے دیگر خطبے جن
کو تاریخ نے ہم تک پہونچایا ہی یا نہیں وہ ہی ایسے پُرطاقت اسلحہ تھے جنھوں نے
یزید اور بنی امیہ کے تخت حکومت کو الٹ کر ان کو نیست و نابود کر دیا۔
کیا یہ واقعہ نہیں کہ امام حسینؑ اور ان کے انصار و اقارب کے قتل ہو چکنے
کے بعد ان مخدرات عصمت کا ایسے ایسے ہولناک موقعوں پر قیام اور ان کے
حقائق و واقعات سے مملو خطبے نہ ہوتے تو حسینؑ کا قتل بالکل بے اثر اور ان کا
خون رائگاں ہو جاتا۔ نہ اسلامی دنیا میں اس کی کوئی اہمیت ہوتی۔ نہ کسی شخص
میں جذبہ انتقام پیدا ہوتا۔
ان کا قتل بالکل عبد اللہ بن زبیر اور اس کے بھائی مصعب کے قتل کی صورت
اختیار کر لیتا جس سے نہ کوئی مقصد حاصل ہوا نہ اس کا بدلا لیا گیا لیکن حسینؑ کے
قتل نے عالم اسلامی میں آگ لگا دی ان مخدرات عصمت کا قید سے رہا ہو کر مدینہ
پہونچنا تھا کہ اموی سلطنت میں انقلاب کے اسباب پیدا ہونے لگے، گو فہ میں
جمعیت توابین سلیمان بن صرد خزاعی اور ان کے ساتھیوں سے لے کر بعد کے
واقعات سب اسی اثر کا نتیجہ تھے جو اہل حرم کے ورود کوفہ کے بعد سے لوگوں
کے قلوب میں راسخ ہو گیا، یزید و ابن زیاد کو ایک دن بھی چین سے بیٹھنا نصیب
نہ ہوا، اموی سلطنت نیست و نابود ہوئی اور اس طرح کہ قیامت تک

سفینۃ العلوم
کراچی

کوئی اس کا نام لیوا پیدا نہ ہو گا۔

حسینؑ بن علیؑ زندہ ہیں۔ اُن کی تحریک بھی قیامت تک زندہ ہے لیکن یزید و اعوان یزید فنا ہوئے اور اُن کے نام و نشان بھی ہمیشہ کے لئے محو ہوگئے اسی مقصد کی تکمیل کے لئے سیدالشہدا اہل حرم کو اپنے ساتھ لائے تھے۔

اور یہی وہ عظیم ربانی سیاست اور انجام بینی تھی جس نے ایک مرتب و منظم سلطنت کی بنیادوں کو چند روز کے اندر متزلزل کر دیا،

دنیا نے حسینؑ کو اب تک نہیں پہچانا ہے، وہ اُن کے تدبر اور سیاسی سوجھ بوجھ کو شبہ کی نظر سے دیکھتی ہے، وہ اہل حرم کے اس سفر میں اپنے ساتھ لانے کو ناعاقبت اندیشی سے تعبیر کرتی ہے لیکن تاریخی حقائق میں غور وفکر ایسے اعتراضات کو بے بنیاد ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔

کربلا میں حسینؑ بن علیؑ کا ہر طرز عمل عظیم حکم و اسرار کا سرمایہ دار تھا، دیکھنے کے لئے آنکھ اور سمجھنے کے لئے دل کی ضرورت ہے۔

(تمام شد)

maablib.org

نمبر سلسلہ	نام رسالہ	قیمت	محصول	نمبر سلسلہ	نام رسالہ	قیمت	محصول
۴۱	مسئلہ فدک	۵/	ـ/	۵۳	ابو الائمہ کی تعلیمات	۳ہ/	۱/
۴۲	تاجدار کعبہ	ـ/	ـ:/	۵۷	حسین کا پیغام عالم انسانیت کے نام	۱/	/
۴۳	خلافت و امامت حصہ اول	۵/	ـ/	۵۸	اسلامی عقائد	۲/	ـ:/
۴۴	〃 〃 دوم	۴/	ـ/	۵۹	آثار باقیہ	۱/	۰/
۴۵	〃 〃 سوم	۳ہ/	ـ/	۶۰	صحیفہ سجادیہ کی عظمت	۱/	ـ:/
۴۶	تحقیق اذان	۱/	ـ:/	۶۱	خلافت و امامت حصہ پنجم	۶/	ـ/
۴۷	ذوالجناح	۱۰/	ـ:/	۶۲	خدا کی معرفت	۸/	ـ/
۴۸	شہدائے کربلا حصہ اول	۴/	ـ/	۶۳	شہدائے کربلا حصہ سوم	۴/	۱/
۴۹	کربلا کا مہاسمر ہندی	۲/	ـ:/	۶۴	خلافت و امامت حصہ ششم	۸/	ـ:/
۵۰	حسین اینڈ پلیین آف کربلا انگریزی	۱۰/	ـ:/	۶۵	دی لاسٹ میسج آف حسین	۲/	ـ:/
۵۱	مشہد اعظم	ـ/	ـ:/	۶۶	آئینہ حقیقت مع نقد و تبصرہ	زیر طبع	
۵۲	لاتفسدوا فی الارض	۹/	ـ/	۶۷	شیعوں کی تازہ زندگی	۱/	ـ:/
۵۳	نہج البلاغہ کا استناد	۴/	ـ/	۶۸	صحیفۂ اعمال	عہ/	ـ:/
۵۴	خلافت و امامت حصہ چہارم	۳/	۱/	۶۹	مذہب شیعہ اور تبلیغ	ـ/	ـ:/
۵۵	شہدائے کربلا حصہ دوم	ھ/	ـ/	۷۰	اسیری اہل حرم	۱۰/	ـ:/

فہرست امامیہ مشن بک ایجنسی لکھنؤ

نمبر شمار	نام کتاب	قیمت	محصول	نمبر شمار	نام کتاب	قیمت	محصول
۱	الشہید	۱۰/	ـ:/	۵	ذخیرۃ الاحکام	۳/	ـ/
۲	کائنات قبل از اسلام	۲/	ـ:/	۶	صحیفہ تجلی	[illegible]	[illegible]
۳	قاتلان حسین کی گرفتاری	۸/	۲/	۷	گل عصمت	[illegible]	[illegible]
۴	نہج و بینات	عہ/	۲/	۸	رجال بخاری	[illegible]	[illegible]

maablib.org

نمبر شمار	نام کتاب	قیمت
۹	رسولؐ کی بیٹی	۲/
۱۰	تاریخ ازدواج	۸/
۱۱	اعلی کلمات	۳/
۱۲	شبیہ اسلام	عکا
۱۳	ثانی زہرا	عہ/
	کتب احادیث	
۱۴	حدائق مجالس چہاردہ معصوم ۲۷ مجلسیں	عہ
۱۵	مجالس الواعظین	۴/
۱۶	خزینۃ الاحزان	عہ
۱۷	جواہر البیان	عکا
۱۸	مفتاح البیان حصہ اول	عہ/
۱۹	" حصہ دوم	عہ/
۲۰	ریاض المصائب حصہ اول	۸/
۲۱	" دوم	۸/
۲۲	انیس الذاکرین	۸/
۲۳	معین الذاکرین	۸/
۲۴	شرح المصائب	عکا
۲۵	جلا العیون یا ذوالفقار ماتم	عکا/
۲۶	ترجمۃ المصائب حصہ اول	۳/
۲۷	" حصہ دوم	۵/
	منتخب المصائب یا مجالس حسینیہ	۱۲/

نمبر شمار	نام کتاب	قیمت
۲۹	حمائل شریف مترجمہ مولانا فرمان علی صاحب	عکا/
۳۰	وظائف الابرار	۴/
۳۱	ذخیرہ مناقب	۱۰/
۳۲	تاریخ احمدی	عہ/
۳۳	تحفہ احمدیہ	۸/
۳۴	تحفۃ العوام	عہ/
۳۵	مختار المسائل	۸/
۳۶	حیات القلوب اردو	۷/
۳۷	اسم اعظم	۸/
۳۸	ذکر العباس	عہ/
۳۹	سوانح امیر مختار	۸/
۴۰	چودہ ۱۴ معصوم	۸/
۴۱	انسان اعظم	۱۲/
	کتب تعلیم اطفال	
۴۲	تحفہ منظوریہ	۲/
۴۳	بنیاد اعتقاد	۳/
۴۴	عقائد الشیعہ	۴/
۴۵	اصول دین مؤلفہ مولوی سید حسن صاحب قبلہ مرحوم	۵/

لکھنؤ میں ہر قسم کی علمی ادبی ۔ دینی کتب امامیہ مشن بک ایجنسی سے طلب فرمائیے (منیجر)

سید شوکت حسین صاحب پبلشر سید مصطفےٰ احسن رضوی سکریٹری امامیہ مشن رجسٹرڈ لکھنؤ